R.No. 2486/57

REGD. N.L. 922.

انجمن ترقی اُردو (ہند) کا ہفتہ وار اخبار

ہماری زبان

فون نمبر ۲۹
سالانہ قیمت ۵ روپے
فی کاپی ۱۰ پیسے

تاریخ ہائے اشاعت
۱، ۸، ۱۵، ۲۲

جلد ۲۸ - شمارہ ۴ | ایڈیٹر: آل احمد سرور | ۲۲ جنوری ۱۹۶۹ء

اداریہ

یومِ جمہوریت

جن کا تھا مجھ کو جنوں یہ وہ بہاریں تو نہیں
میری پلکوں میں ابھی اور لہو باقی ہے

۲۶ جنوری کو ہماری جمہوریت انیس سال کی ہو جائے گی اگر غور سے دیکھا جائے تو اس مدت کو ہم دو حصوں میں تقسیم کر سکتے ہیں ۱۹۶۰ء تک ایک نشہ کا دور تھا اب خمار کا دور ہے۔ ۱۹۶۰ء تک بقول اختر شیرانی خدائی کی ہر شے حسین نظر آتی تھی۔ ہم نے ایک بڑے تجربے کا آغاز کیا تھا۔ کتنے ولولے تھے کتنے ارمان، کیسے کیسے خواب تھے کیسے کیسے پروگرام۔ دنیا کی سب سے بڑی جمہوریت پر سب کی نگاہیں تھیں، ہمارے انتخابات کو جس میں سب بالغوں کو ووٹ دینے کا حق حاصل ہوا تھا، کتنا بڑا کارنامہ سمجھا گیا تھا۔ صنعتی دور میں قدم رکھنے کی کیسی دھوم دھام تھی، پنج سالہ منصوبوں سے کتنی امیدیں تھیں، غیر جانبداری اور ناوابستگی کی پالیسی کا آغاز کیسا شاندار تھا اور اس کی وجہ سے بڑے ملکوں اور بڑی طاقتوں کے اختلافات کو دور کرنے کے کیسے مواقع تھے۔ جواہر لال نہرو کے تدبّر اور ان کی جاندار، رنگا رنگ اور پرسوز شخصیت کا جادو کتنا پر اثر تھا۔ قومی زبانوں کی ترقی کے کیسے کیسے پروگرام تھے۔ سیکولرزم اور سوشلزم پر کیسی توجہ تھی، مگر ۱۹۶۰ء کے بعد حالات بدل گئے۔ بین الاقوامی بساط پر گوا پر قبضہ کے علاوہ بھی لے گئے۔ چین سے کشیدگی بڑھی اور بالآخر ۱۹۶۲ء میں چین نے ہماری سرحدوں پر دست درازی کی۔ بیرونی خطرے نے تھوڑی دیر کے لئے ملک کو متحد کر دیا۔ مگر جب یہ خطرہ کم ہوا تو پھر سیاسی پارٹیوں نے آپس کے اختلافات کو ہوا دینی شروع کی۔ علاقائی پاسداری، لسانی تعصب، مذہبی جنون، ذات پات کے فرق کے کیسے کیسے مظاہر سامنے آنے لگے۔ غذائی مشکلات، بڑھتی ہوئی آبادی کے مسائل، گرانی، بے روزگاری، عوام میں بد دلی اور مایوسی، سیاسی پارٹیوں کے جوڑ توڑ، وزارتوں کے بننے بگڑنے کے تماشے، امن اور قانون کی طرف سے بے پروائی، کارکنوں اور مزدوروں کی ہڑتالیں، سرمایہ داروں کی ملک کے مفاد کی طرف سے بے نیازی اور سرکاری انتظام میں چلنے والے کارخانوں کی سست روی، پاکستان کی کشمیر میں اپنے فوجیوں کو بھیج کر شورش پھیلانے کی کوشش اور اس کے نتیجے میں مجبوراً اس کے ارادوں کو ناکام بنانے کے لیے اس کی سرحدوں پر ہمارے اقدامات، چوتھے انتخاب کے نتیجے میں مخلوط وزارتوں کا قیام اور ان میں سے بیشتر کا اپنے اندرونی تضادات کی وجہ سے ناکام ہونا، ہزاروں انجینیروں کی بیکاری، طلبہ کی بڑھتی ہوئی برہمی اور ان کی توڑ پھوڑ کی کاروائی، شمالی ہند میں انگریزی کے خلاف اور جنوبی ہند میں ہندی کے خلاف بڑے پیمانے پر مظاہرے، ریلوں اور ڈاک خانوں کے انتظام میں گڑبڑ اور قومی دولت کو برباد کرنے کی مفسدانہ کوششیں۔ غرض ۱۹۶۰ء کے بعد سے جو کچھ ہوا ہے اس کی وجہ سے بہت سے لوگ یہ سوال کرنے لگے ہیں کہ کیا ہندوستان واقعی جمہوریت کے نظام کو چلانے کی اہلیت رکھتا ہے، کیا اس کا سیکولرزم کا عقیدہ دکھانے کے لئے تو نہیں ہے، کیا سوشلزم کی منزل، اور سرمایہ داروں کے لئے ہر قسم کی چھوٹ، ساتھ ساتھ چل سکتے ہیں۔

جس طرح ۱۹۶۰ء کے پہلے کا نشہ گمراہ کن تھا، اسی طرح یہ خمار بھی گمراہ کن ہے۔ ہندوستان نے جمہوریت کو اپنا کر غلطی نہیں کی۔ غلطی یہ ہے کہ ابھی تک اس جمہوریت کے تقاضوں کو پورا نہیں کیا گیا۔ اس کا سیکولرزم کا عقیدہ بھی درست ہے مگر اس عقیدے کا مظاہرہ کافی نہیں۔ اس کا عملی زندگی میں ثبوت ملنا چاہیے۔ اسی طرح سوشلزم کی منزل کا اعلان کافی نہیں، سوشلزم کو زندگی میں رفتہ رفتہ اور پرامن طریقے سے نافذ ہونا چاہیے۔ ترقی کے لئے منصوبہ بندی کا تصور بھی غلط نہیں، مگر یہ منصوبہ بندی اپنے حقیقی وسائل پر مبنی ہونی چاہیے بیرونی امداد کی امیدوں پر نہیں۔ ناقص

کی پالیسی بھی درست ہے مگر اس ناوابستگی کا مطلب یہ نہیں ہونا چاہیے کہ اس کا جھکاؤ ایک بڑی طاقت کی طرف زیادہ ہو۔ اس کا مطلب یہ ہونا چاہیے کہ ہندوستان سبھی کا دوست ہے، مگر اپنے مفاد کو پہلے دیکھتا ہے۔ چرچل سے کسی نے جمہوریت کے نظام کے متعلق سوال کیا تو اس نے یہ دلچسپ جواب دیا کہ یہ بدترین نظام ہے مگر دوسرے سارے نظام اس سے بھی برے ہیں یہ بات منطقی طور پر درست نہ ہو مگر دراصل صحیح ہے۔ جمہوریت میں بہت سی خامیاں ہیں مگر دوسرے نظام اس سے بھی گئے گزرے ہیں۔ ہمارا قصور یہ نہیں ہے کہ ہم نے جمہوریت کو اپنایا، ہمارا قصور یہ ہے کہ ہم نے جمہوریت کے دئے ہوئے سارے حقوق تو لے لئے مگر اس کے عاید کئے ہوئے فرائض کو نظر انداز کر دیا۔ ہم نے جمہوریت کو ہاتھی کے سامنے کے دانتوں کی طرح دکھانے کے لئے رکھا۔ کھانے کے لئے دوسرے دانت رہے۔ ہم نے امن قائم رکھنا غلہ پیدا کرنا، روزگار مہیا کرنا، ملک کا بچاؤ کرنا، تعلیم دینا، صحت کا خیال رکھنا سب کام حکومت کے سپرد کر دئے، افراد کا کام صرف جمہوریت کی دی ہوئی آزادی سے فائدہ اٹھانا سمجھا۔ ابھی وقت ہے، اس انیس سالہ جمہوریت کو چلانے کے لئے اور کامیاب بنانے کے لئے، سبھی کو کوشش کرنا ہوگی۔ ہمیں تقریر و تحریر کی آزادی کو ذمہ داری کے ساتھ برتنا ہوگا۔ ہمیں سارے ملک کے مفاد کو دوسری چیزوں پر مقدم رکھنا ہوگا۔ ہمیں اپنے حقوق پر اصرار کرنا ہوگا، مگر ساتھ ہی اپنے فرائض کو بھی انجام دینا ہوگا۔ ہمیں اپنی ساری تاریخ، ساری تہذیب تمام مذاہب کے ماننے والوں، تمام زبانوں کے علمبرداروں کے دل ہاتھ میں لینے ہوں گے۔ ہمیں اپنے جمہوریت اور سیکولرزم کے راستے پر مستقل مزاجی سے گامزن ہونا پڑے گا۔ راستے کی چند دشواریوں کی وجہ سے جواں مرد نہ اپنے سے مایوس ہوتے ہیں نہ اپنی منزل سے۔ اپنی جمہوریت کی انیسویں سالگرہ پر ہمیں ملک میں جمہوریت کے استحکام اور قومی یکجہتی کے فروغ کو سب سے زیادہ اہمیت دینی چاہیے۔

حکیم احمد شجاع کی وفات

لاہور:- ۱۰ جنوری اردو کے نامور ادیب، شاعر اور ڈرامہ نگار اور مغربی پاکستان کی صوبائی اسمبلی کے سابق سکریٹری حکیم احمد شجاع یہاں حرکت قلب بند ہونے سے انتقال کر گئے۔ (ریاست)

غالب انعامی مقابلہ

کلکتہ "ادارہ فروغ اردو" شب پور ہوڑہ نے مرزا غالب کی صد سالہ برسی کے موقع پر ایک اردو مضمون نویسی کے انعامی مقابلہ کا انعقاد کیا ہے جس میں ہندوستان کے تمام کالج اور اسکول کے طلبہ وطالبات اپنے پرنسپل یا ہیڈ ماسٹر کے تصدیق نامہ کے ساتھ شریک ہوسکتے ہیں۔ مضمون فل اسکیپ سائز کے ایک طرف لکھا ہوا کم سے کم پانچ صفحات پر مشتمل ہونا چاہئے۔ اس کے وصول ہونے کی آخری تاریخ ۱۵ مارچ ۱۹۶۹ء مقرر کر دی گئی ہے۔ بعد میں وصول ہونے والے مضامین انعامی مقابلے میں شریک نہیں کئے جائیں گے۔ مضامین کا فیصلہ ایک بورڈ کرے گا جس کا ہر فیصلہ قطعی اور آخری ہوگا۔ نتیجہ کا اعلان کلکتہ کے تمام اخبارات میں کر دیا جائے گا۔ عنوان:- "مرزا غالب کے کلام میں ان کی زندگی کا عکس"

انعامات

اول انعام:- ماہنامہ "شاعر" تین سال کی مدت کے لئے ایک دیوان غالب کے ساتھ۔ دوئم انعام:- ماہنامہ "شاعر" دو سال کی مدت کے لئے ایک دیوان غالب کے ساتھ۔ سوئم انعام:- ماہنامہ "شاعر" ۱ سال کی مدت کے لئے ایک دیوان غالب کے ساتھ۔ (ایم۔ اے۔ قاسم دعلیگ) سکریٹری)

غزال رعنا

"غزال رعنا" محمد قلی قطب شاہ معانی کی غزلوں کا انتخاب مع مقدمہ و فرہنگ، مرتبہ جاوید وششٹ شعبہ اردو دلی کالج دہلی شائع ہو گیا ہے۔ رنگین گرد پوش، صفحات ۲۱۶، قیمت ۶ روپے ہے۔ یہ کتاب سیمون۔ ۱۲۱۴۔ کلاں محل دہلی ۶ سے حاصل کی جاسکتی ہے۔

اورنٹیل کالج بمبئی کے سپلیمنٹری امتحانات

شعبہ اردو، ادیب، منشی، منشی عالم، شعبہ اسلامیات: ابتدائی متعلم اسلامیات، ماہر اسلامیات دوشنبہ ۲۴ مارچ سنہ ۱۹۶۹ء سے شروع ہوں گے۔

نوٹ: ہر دو شعبہ جات کے دستور و نصاب منگوانے کا پتہ یہ ہے رجسٹرار، اورینٹل کالج، بمبئی بھنڈی بازار بمبئی ۳

فرانس کا سب سے بڑا ادبی انعام

پیرس:- فرانس کا سب سے بڑا ادبی انعام "پری گون کور" ۵۴ سالہ ادیب برنارڈ کلیو کو دیا گیا ہے۔ جناب کلیو نے اپنی زندگی کا آغاز ایک نانبائی کی حیثیت سے کیا تھا۔ ان کا پہلا ناول سنہ ۱۹۵۶ء میں شائع ہوا تھا۔ یہ ادبی انعام انہیں کسی خاص کتاب پر نہیں بلکہ ان کی منفرد ادبی خدمات اور مجموعی تخلیقات پر دیا گیا۔

برطانوی ڈرامہ نویس کو انعام

لندن:- گذشتہ دنوں لندن تھیٹر کے نقادوں نے برطانیہ کے ڈرامہ نویس جان اوسبورن کو اسٹیج کا اعلیٰ ایوارڈ عطا کیا۔ اوسبورن کو اس کے ڈرامے "دی ہوٹل ان ایمسٹرڈیم" پر انعام دیا گیا ہے۔ اس ڈرامے کو سنہ ۱۹۶۸ء کا بہترین ڈرامہ قرار دیا گیا ہے۔

ڈاکٹر گیان چند جین

نسخۂ حمیدیہ اور نسخۂ بھوپال

عرشی صاحب نے نسخۂ عرشی کے دیباچہ میں ص ۱۰۹، ۱۱۰ پر نسخۂ حمیدیہ کے دو سرورقوں کا ذکر کیا ہے۔ تیسرے سرورق کا تعارف انھوں نے اپنے مراسلہ "دیوان غالب (نسخۂ حمیدیہ) کی اشاعت کا سال" مشمولہ ہماری زبان بابت ۸ اگست ۱۹۶۹ء میں کیا۔ مجھے اسی تیسرے سرورق والے ایڈیشن کے بارے میں کچھ عرض کرنا ہے۔ میں نے ماسٹرس ایمپوریم بمبئی سے نسخۂ حمیدیہ کی ایک جلد خریدی ہے جس میں وہی سرورق ہے جو عرشی صاحب نے آزاد لائبریری علی گڑھ کی ایک جلد میں دیکھا اور جس پر نہایت جلی کتابت میں سال طباعت ۱۹۲۱ء درج ہے۔ پہلے دو سرورقوں پر یہ عبارت نمایاں طور پر دی ہوئی ہے۔

مع مقدمۂ دیوان

از قلم جناب ڈاکٹر عبدالرحمٰن

صاحب بجنوری مرحوم بی۔ اے

ایل۔ ایل۔ بی بیرسٹرایٹ لا

ڈی۔ جے۔

لیکن اس تیسرے سرورق میں یہ عبارت غیر حاضر ہے اور دلچسپ بات یہ ہے کہ اس ایڈیشن میں بجنوری کا مقدمہ محاسن کلام غالب شامل بھی نہیں۔ اس میں ۴۴ صفحات پر مفتی انوار الحق کی تمہید شامل ہے لیکن اس کے آگے بجنوری کی تصویر، عبدالرحمٰن بجنوری کا تعارف، غالب کی تصویر، بجنوری کا مقدمہ اور مخطوطۂ بھوپال کے ایک صفحے کا فوٹو موجود نہیں۔ عزیزی ڈاکٹر حنیف احمد نقوی نے آزاد لائبریری علی گڑھ کی وہ جلد (جس کا عرشی صاحب نے مراسلے میں ذکر کیا ہے) دیکھ کر اطلاع دی کہ اس میں بھی مقدمہ موجود نہیں۔ ماسٹرس ایمپوریم بمبئی سے غالبیات کی جو جو بیا فہرست (قیمت تیس فرار روپے) شائع ہوئی ہے اس میں نسخۂ حمیدیہ کے دونوں قسم کے نسخے مع مقدمۂ بجنوری اور بلا مقدمہ شامل ہیں لیکن ڈاکٹر ابو محمد سحر بھوپال سے لکھتے ہیں کہ ان کے پاس مندرجہ بالا تیسرے سرورق کا نسخہ ہے اور اس میں بجنوری کا مقدمہ شامل ہے۔ رسالہ اردو بابت اپریل ۱۹۲۲ء کی پشت پر دیوان غالب جدید قدیم کا اشتہار ہے جس میں قیمت یوں درج ہے۔

مع مقدمہ ڈاکٹر عبدالرحمٰن غیر مجلد للعہ مجلد عہ طلادار ؏ بلا مقدمہ غیر مجلد ؏ طلادار مجلد ؏ طلادار)

میری جلد پر بھی یہی وال عبارت ہی درج ہے۔ اس طرح یہ طے ہو گیا کہ نسخۂ حمیدیہ کی کچھ جلدوں میں بجنوری کا مقدمہ غیر حاضر ہے لیکن عجیب بات یہ ہے کہ بلا مقدمہ ایڈیشن میں مفتی انوار الحق کی چوالیس صفحات کی تمہید ہے اس میں ص ۲ پر کلام کی مفصل تنقید پیش نہ کرنے کا یہ جواز دیا ہے۔

"اس کے علاوہ اس کتاب میں ڈاکٹر عبدالرحمٰن بجنوری مرحوم کا بسیط مقدمہ شامل ہو رہا ہے جس میں غالب کی شاعری کے مختلف پہلوؤں پر فاضلانہ بحث کی گئی ہے۔"

میرا خیال ہے کہ یہ بلا مقدمہ ایڈیشن نسخۂ حمیدیہ کا قدیم ترین ایڈیشن ہے۔ مفتی انوار الحق نے اپنی تمہید لکھ کر آگرہ پریس میں بھیجی ہوگی۔ بجنوری کے مقدمے کا انتظار ہوگا۔ وہ رسالہ اردو میں زیر طبع تھا شاید وہاں سے بروقت نہ مل سکا اس لئے مزید التوا سے بچنے کے لئے بغیر مقدمے کے جلد بندی کرا دی گئی۔ انوار الحق کی ۴۴ صفحات کی تمہید شامل رہنے دی جس میں یہ بشارت دی گئی ہے کہ بجنوری کا مقدمہ شامل ہے لیکن بجنوری کا مقدمہ شامل نہ ہو سکا اس لئے بجنوری کا تعارف اور تصویر بھی حذف کر دی گئی۔ سرورق پر بھی یہ نہ چھاپا گیا کہ اس میں بجنوری کا مقدمہ شامل ہے لیکن ۱۹۲۱ء چھاپ دیا گیا۔ بعد میں بجنوری کا مقدمہ ملا تب نئے سرورق چھاپ کر لگائے گئے جن میں بجنوری کے مقدمے کے شمول کا فخریہ اعلان کیا گیا۔ چونکہ اب جلد بندی ۱۹۲۱ء کے بعد ہوئی اس لئے ان پر سنہ درج نہ کیا گیا۔ واضح ہو کہ ایڈیشن سے میری مراد اجزا کی جلد بندی ہے جو مختلف اوقات میں ہوئی ورنہ طباعت و کتابت ایک ہی ساتھ ہوئی ہے۔

ابھی فروغ اردو کا غالب نمبر آیا ہے اس میں نادم سیتاپوری نے نواب محمد یار محمد خاں پر مضمون لکھا ہے۔ اس میں تمیز بھوپالی

اختر نقوی

غزل

رات ہے گئے تک میں جاگا ہوں آنکھ ذرا جھپکانے دو
یادوں کو اک سایہ بن کر خوابوں پر چھا جانے دو

حسن چمن میں ممکن ہے کچھ اور اضافہ ہو جائے
میرے دل کی بات صبا کو غنچوں تک پہنچانے دو

لیتے تنہائی کے لمحے کم ہی میسر آتے ہیں
اپنی سانس کی خوشبو میری سانسوں میں بس جانے دو

سر آواز اک جسم ہے گویا سر پیکر اک نغمہ ہے
آوازوں کو آوازوں کی محفل میں کھو جانے دو

کمرے کی دیوار پہ نقشی اب کوئی تصویر نہیں
اب بستی کی بھیڑ کو میرے دروازے تک آنے دو

مرحوم کے ایک مضمون کی بنا پر شد و مد سے یہ دعویٰ کیا ہے کہ فوجدار محمد خاں غالب کے دوست اور شاگرد تھے۔ انھوں نے ایک کاتب کو بطورِ خاص دلی بھیجی اور غالب کے پاس سے نسخۂ بھوپال کی نقل منگائی۔ چونکہ ان تمام امور کی تائید یا شہادت میں ایک بھی دلیل یا سند پیش نہیں کی گئی اس لئے مجھے یہ ماننے میں تامل ہے کہ نواب فوجدار محمد خاں کے غالب سے براہ راست تعلقات تھے یا یہ نسخہ انھیں کے لیے لکھا گیا تھا۔ نسخۂ بھوپال کی کتابت کا سال ۱۲۳۷ھ ہے اور اس میں فوجدار محمد خاں کی قدیم ترین مہر ۱۲۴۸ھ کی ہے جس سے صاف ظاہر ہے کہ ان کو یہ مخطوطہ ۱۲۴۸ھ میں ملا۔ اس سے پہلے ملا ہوتا تو پہلے کے سال کی مہر کیوں نہ ہوتی۔

نسخۂ بھوپال آج کل کہاں ہے؟ نادم صاحب کے مضمون میں کسی خاتون کے ایک مضمون کا اقتباس ہے جس میں اس نسخے کے خدا بخش لائبریری میں پہنچنے کا ذکر ہے میرے خیال میں یہ صحیح نہیں۔ جب ریاست بھوپال نے حکومت ہند کے ساتھ الحاق کیا تو اس وقت حاکم بھوپال نے حمیدیہ لائبریری سے بعض نوادر اپنے ذاتی کتب خانے میں منتقل کرئے جس کا انھیں حق تھا بھوپال میں یہی کہا جاتا ہے کہ نسخۂ بھوپال مرحوم نواب حمید اللہ خاں کے ذاتی کتب خانہ کی زینت بن گیا ہے۔

بھوپال کے ڈاکٹر سلیم حامد رضوی

ایک بار نواب صاحب مرحوم سے ملے اور اس کے بارے میں استفسار کیا تو انھوں نے نہ صرف انکار کر دیا بلکہ کسی وجہ سے یہ بیان بھی دے دیا کہ نسخۂ بھوپال تو نسخۂ حمیدیہ کی طباعت کے دوران ہی گم ہو گیا تھا۔ حالانکہ یہ صحیح نہیں کیونکہ عرشی صاحب نے ۱۹۴۵ء کے لگ بھگ اسے حمیدیہ لائبریری میں دیکھا تھا۔ بھوپال کے بزرگ ادیب مولانا محوی صدیقی لکھنوی مجھ سے کہتے تھے کہ نواب صاحب ہزار انکار کریں یہ مخطوطہ انھیں کے کتب خانے میں ہونا چاہیے۔ محوی صاحب نے اطلاع دی کہ انضمام ریاست کے وقت جو مخطوطات ذاتی کتب خانے میں منتقل کئے گئے ان میں مظہر جانجاناں کا بڑی تقطیع کا قلمی فارسی دیوان بھی تھا جو انھوں نے خود دیکھا تھا۔

غالب صدی کے دوران نسخۂ بھوپال دریافت ہو جائے تو غالبیات میں اہم اضافہ ہو۔ انجمن ترقی اردو کے جنرل سکریٹری سرور صاحب بیگم صاحبہ بھوپال سے اس سلسلے میں مراسلت کر سکتے ہیں۔

باقی صفحہ سے آگے

کو صادق ہو گیا۔ تخلص کی تبدیلی غالب کے مشورہ سے ہی کی تھی۔ غالب کے پنشن کے مقدمات میں بھی انھوں نے پیروی کی تھی "تلامذۂ غالب" "تجلیات سخن" "سخن شعرا" "خمخانۂ جاوید" اور "یادگار ضیغم" میں ان کا ذکر مل جاتا ہے ورنہ اردو کے تذکرے ان کے ذکر سے خالی ہیں ۲۵ نومبر ۱۸۹۳ء کو بدایوں ہی میں اپنے مکان فرشوری ٹولہ میں وفات پائی اور اپنے خاندانی قبرستان میں بدایوں ہی میں آم کے ایک باغ میں دفن ہیں جو فرشوری ٹولہ کے قریب ہے۔ بدایوں میں آپ کے شاگردوں کا حلقہ کافی وسیع تھا آپ کے شاگردوں میں رضی الدین بسمل اور ان کے بیٹے وہاب الدین طالب زیادہ مشہور ہوئے ہیں۔ مولانا عزیز الدین عزیز کا کلام مولانا قمر الدین مصنف "بزم اکبر" اور "حیات عزیز مرزا" کے پاس محفوظ ہے۔ چند اشعار ملاحظہ فرمایئے۔

قاتل جو اپنا ہے وہی اب سوگوار ہے | اس موت پر حیات فدا جاں نثار پر

ہماری آتش شوق اور بھڑکی | چلے جس وقت وہ دامن اٹھا کے

گذر کیوں کر ہو ایسے آستاں تک | تصور بھی نہیں جاتا جہاں تک
یہی اگر آہ و نالہ ہے تو صادق | رہے گا دم نہ تاثیر فغاں تک

بارے انداز ستم ختم نہ کر تو مجھ پر
کچھ تو دشمن کے لئے طرز جفا رہنے دے

ہے یہ تنہائی میں مجھ سوختہ جاں کی غم خوار
شمع مرقد کو مری باد صبا رہنے دے

لے گئی دل اک نظر میں اس کی چشم نیم خواب
مست ہم سمجھے تھے اس کو پر بہت ہشیار ہے

ویریندر پرشاد سکسینہ بدایونی

غالب کے ایک شاگرد

مولانا عزیز الدین عزیز بدایونی

بدایوں کی سرزمین کو فن شعر سے خاص مناسبت ہے یہاں کی خاک پاک سے ملا عبد القادر بدایونی ظہور اللہ خان نوا، مولانا ولدار علی مذاق، مولوی عزیز الدین عزیز، منشی دیبی پرشاد سحر، منشی گیندن لال گوہر، مولانا حسین نوا، شوکت علی خان فانی، اکرام احمد شفقت، رضی الدین رضی، قمر الحسن قمر اور مولانا عبد الحی بیخود بدایونی، جیسے سپہر شاعری کے آفتاب اور ماہتاب ہوئے ہیں جن کی ادبی خدمات کو ہر اردو کے ادبی مورخ نے تسلیم کیا ہے اس بدایوں ہی میں مرزا غالب کے کئی قابل ذکر شاگرد ہوئے ہیں لیکن آج بدایوں میں کوئی ان کے نام تک نہیں جانتا ہے۔ مرزا کے بدایونی شاگردوں میں مولوی عزیز الدین عزیز، قاضی عنایت حسین رشکی و فراقی، منشی سخاوت حسین مدہوش اور منشی رام سہائے رسا بدایونی کا شمار غالب کے قابل ذکر شاگردوں میں ہوتا ہے۔ میرا ایک مقالہ غالب کے ہندو شاگردوں پر شیرازہ جنوری ۱۹۶۸ء کے شمارہ میں شائع ہوا ہے اس میں دعوے کے سے رسا بدایونی کا ذکر غالب کے ہندو شاگردوں کے سلسلے میں نہیں کر سکا اس کا افسوس ہے۔ آج اسی مقالہ میں مولانا عزیز الدین عزیز و صادق کے سلسلے میں کچھ لکھتا ہوں کیونکہ غالبیات کے ماہروں کو عزیز الدین عزیز کے سلسلے میں زیادہ معلومات نہیں ہیں۔ مولانا عزیز الدین عزیز و صادق بدایوں ان بزرگان فرشوری میں سے تھے جن کے اجداد میں ایک مشہور بزرگ شیخ جمال فرشوری گزرے ہیں جو اکبر اعظم کے دور میں ملا عبد القادر بدایونی کے جگری دوستوں میں سے تھے عزیز الدین کے بزرگوں میں ایک بزرگ مولوی فصیح الدین تھے جن کو شاہ ہند محمد شاہ نے اپنے زمانہ جلوس میں منصب ایک ہزاری عطا کر کے جاگیرات دہلی اور بدایوں میں بخشی تھیں یہ منصب عالمگیر ثانی کے زمانہ تک قائم رہا۔ فصیح الدین مغلیہ دربار میں سوانح نگاری کے عہدے پر مامور ہوئے تھے دہلی کا ریذیڈنٹ انگریز مٹکاف ان کا مخالف ہو گیا کیونکہ یہ اس کی دربار داری نہ نبھا سکے اس نے ان کو غدار بھی بنا اور ان کے خلاف رپورٹ کی کہ ان کی جاگیر وغیرہ ان سے نکال لی جائے رپورٹ کلکتہ بھیج دی گئی یہ کلکتہ گئے صدر کمپنی انگریز نے کہا کہ ریذیڈنٹ کا یہ اعتراض صحیح ہے کہ شاہ عالم کو اس کا حق نہ تھا کہ جاگیرات آپ کے والد یا آپ کو بخش دی جائے اس کا جواب حافظ ابو المعید خاں نے جو فصیح الدین کے بیٹے تھے یہ دیا کہ حیرت ہے کہ جس وقت میں شاہ عالم ملک کے پورے تین صوبے بنگال، بہار اور اڑیسہ انگریزی کمپنی کو دے دیں تو وہ اسی بخشش کا حق رکھتے ہوں اور جب وہ یہاں سات گاؤں میرے والد یا مجھ کو عطا کر دیں تو وہ آپ کے حق الضاف میں حق عطائے سند سے محروم ہوں۔ مگر یہ سب وکالت اور رحق گوئی ضائع گئی اور جاگیرات ضبط ہو گئیں حافظ صاحب کی آمدنی محدود ہو گئی مگر ان کا کار خیر ختم نہ ہوا اور دستر خوان پر لاتعداد مسافروں اور شرفا کو شریک کرنا ایک زمانہ تک جاری رہا۔ حافظ صاحب کو کتب جمع کرنے کا بڑا شوق تھا انھوں نے دہلی کے کتب خانہ سے بادشاہ کی اجازت لے کر نایاب کتب کا ذخیرہ بدایوں میں لا کر جمع کیا تھا۔ بعد اس کو غدر کی گردش سے بچا لیا تھا درناب اس کا ایک حصہ علی گڑھ منتقل کر دیا گیا۔ حافظ ابو المعید خاں کے یہاں مولوی اساس الدین ۱۲۰۵ھ میں پیدا ہوئے۔ مولوی اساس الدین کے دو بیٹے حکیم سعید الدین اور مولوی عزیز الدین تھے حکیم سعید الدین کے بیٹے مولوی رضی الدین رضی کو ان کے چچا مولوی عزیز الدین نے اپنی تربیت اور تعلیم میں لے لیا۔ مولوی عزیز الدین نے وکالت کی منصفی کی اور گھر پر مدرسی کی۔ حکیم سعید الدین علم طب میں اچھا دخل رکھتے تھے سعید الدین کا تخلص کامل تھا ذوق کے رنگ میں شعر کہتے تھے اور مرزا زین العابدین خاں عارف کے شاگرد تھے مولوی عزیز الدین ۱۰ صفر ۱۲۴۴ھ کو فرشوری ٹولہ بدایوں میں مولوی اساس الدین کے یہاں پیدا ہوئے تھے۔ آپ کے والد نے دہلی کو اپنا وطن بنا لیا تھا اس لئے آپ کا بچپن اور جوانی کا زمانہ دہلی میں گزرا اردو فارسی اور عربی کے عالم تھے ملی بھیت اور شاہجہاں پور میں پندرہ سال تک منصف کے عہدے پر مامور رہے۔ غالب کے رنگ سخن کو پسند کرتے تھے دہلی کے زمانہ وکالت میں ان سے اصلاح لیتے تھے اور دہلی ہی میں ان کے شاگرد رشید کی حیثیت سے ان کے مقدمات و معاملات میں ان کے معین ہوتے تھے۔ مولوی عزیز الدین کے چار بیٹے تھے ان میں سے ایک بیٹے ابو المحسن سرسید کے سکرٹری تھے۔ عزیز الدین کا تخلص پہلے عزیز تھا بعد

(باقی صفحہ ۱۰ کالم ۲ پر)

حسام الدین سلیم

نازنین سحر

سسکتی رات کے بالیں پہ نازنین سحر
نڈھال چاند ستاروں سے روشنی لے کر
اداس اداس فضاؤں میں مسکراتی ہے
پیام صبح مسرت کے گیت گاتی ہے

اٹھو کر ٹوٹ گیا ہے غرور تیرہ شبی
بساط صبح پہ رقصاں ہے مہر نو کی کرن

مراسلات

غالب کی ایک غزل

۲۲ دسمبر ۱۹۶۸ء کے ہماری زبان میں ابن غوری دکنی کا مراسلہ غالب کی ایک غزل کے بارے میں شائع ہوا ہے غزل کا مطلع یہ ہے:

بجز جستجو عبث جو تری جستجو نہ ہو
دل سنگ و خشت ہے جو تری آرزو نہ ہو

اس غزل سے متعلق میرا مضمون ماہنامہ پونم حیدرآباد میں شائع ہوا تھا۔ اب یہی مضمون کچھ حذف و اضافے کے بعد فروغ اردو، لکھنؤ کے غالب نمبر میں چھپا ہے۔ (حکم چند نیر)

تہران یونیورسٹی کا ڈی لٹ فارسی (خارجی)

اس موضوع کے متعلق ۸ دسمبر سنہ ۶۵ کے ہماری زبان میں ڈاکٹر شاہپور کا ایک مراسلہ شائع ہوا ہے جس میں موصوف نے ا، ب، ج، د دفعات درج کئے ہیں۔ کیا تہران یونیورسٹی کا نصاب موصوف کے پاس موجود ہے؟ یہ نصاب کس سال کا ہے؟ تہران یونیورسٹی کا نصاب کہاں سے حاصل کیا جا سکتا ہے؟ (واثق)

دیوان غالب کا جواب

نادم سیتاپوری نے تخمیناً ایک صدی قبل کا ایک ایسا مخطوطہ تلاش کیا ہے جو نہ صرف ریاض خیرآبادی کا غیر مطبوعہ کلام ہے بلکہ غالبیات کے سلسلے کی ایک اہم تاریخی کڑی ہے ریاض خیرآبادی نے اوائل عمر میں غالب کے دیوان کا جواب کہا تھا جس کے متعلق مشہور یہی تھا کہ ضائع ہو گیا ہے۔ لیکن نادم سیتاپوری کی تلاش و جستجو نے اس حقیقت کی پردہ کشائی کر دی کہ دیوان کا جو جواب ریاض نے لکھا تھا وہ بہت کچھ صحیح شکل و صورت میں آج بھی موجود ہے جو تقریباً ایک صدی قبل کا مخطوطہ ہے اور ریاض خیرآبادی کے قلم کا ہے۔

(شریف الحسن عثمانی)

یہ غزل کس کی ہے؟

جس کا مطلع ہے ؎

ز حال مسکیں مکن تغافل دورائے نیناں بنائے بتیاں
کہ تاب ہجراں ندارم اے جاں نہ لیہو کاہے لگائے چھتیاں

حافظ محمود شیرانی مرحوم کے کتب خانہ میں ایک بیاض ہے جس کو جمیل تھا رے نے ۱۰۶۲ھ و ۱۰۷۲ھ میں مرتب کیا تھا۔ اس میں یہ غزل جعفر کی لکھی ہے۔ شیرانی صاحب نے تفصیل سے اس کا جائزہ لیا ہے اور اس نتیجے پر پہنچے ہیں:

"اب صورت یہ ہے کہ محمد شاہ کے عہد سے تمام اردو نگار اس غزل کو امیر خسرو کی طرف منسوب کرتے ہیں۔ لیکن گیارہویں صدی کے وسط کی روایت اس کو جعفر کی یادگار بتاتی ہے۔ اور فن عروض صاف طور پر اعلان کرتا ہے کہ مفاعلاتن مربع صورت میں قدیم مگر مثمن شکل میں امیر سے سوا صدی بعد رواج میں آتا ہے۔ اس طرح اس غزل کا انتساب امیر کی طرف بہت کچھ مجروح ہو جاتا ہے۔ لیکن ہمیں آخری فیصلہ دینے کے لئے مزید شہادت کا انتظار کرنا چاہئے۔" ("بعض جدید دریافت شدہ ریختے" اورینٹل کالج میگزین، مئی ۱۹۳۹ء)

محققین حضرات سے استدعا ہے کہ اس مسئلہ پر روشنی ڈالیں!

(جاوید وششٹ)

خادم عاشق ہرگانوی

اخبار و رسائل میں غالب

(گذشتہ سے پیوستہ)

۱۱۳۔ رسالہ انشائے اسرار فریمیسن (FREEMASON)۔ محمد انصار اللہ نظر۔ غالب کے ایک شاگرد میاں داد خاں سیاح کا ذکر۔ ۸ر مئی ۶۶ء

۱۱۴۔ سہ ماہی "اردو" کا اجرا۔ کراچی۔ (بحوالہ کتابی دنیا کراچی) — غالب کی مثنوی ابرگہربار بھی شائع کی گئی ہے۔ ۱۵ر مئی ۶۶ء —

۱۱۵۔ کچھ ایک ترکیب کے سلسلے میں (مراسلہ از مسعود حسن رضوی) — سیلاب کی ترکیب میں غالب کے مصرعہ کا حوالہ۔ — ۲۲ر مئی ۶۶ء

۱۱۶۔ آئینہ غالب (تبصرہ از شہریار) — مرتبہ و شائع کردہ پبلیکیشنز ڈویژن اولڈ سکریٹریٹ۔ دہلی ۶ — ۸ر جون ۱۹۶۶ء

۱۱۷۔ حسن مطلع یا زیب مطلع (مراسلہ از سید مجاہد حسین رضوی) — حسن مطلع یا زیب مطلع کے سلسلے میں غالب کے اشعار سے حوالہ — ۲۲ر جون ۶۶ء

۱۱۸۔ ایک استفسار کا جواب (مراسلہ از ایس نور الحسن انور ادیب) — ۱۵ر جون ۶۶ء کے شمارے میں شہ اسماعیل نے استفسار کیا تھا کہ یہ شعر کس کا ہے ؎

دل آپ کا؟ دل میں جو کچھ ہے سب آپ کا
دل لیجئے مگر مرے ارماں نکال کے

اس مراسلے میں بتایا گیا ہے کہ یہ شعر غالب کا ہے۔ یکم راگست ۶۶ء

۱۱۹۔ منشی ہرگوبند سہائے نشاط اکبر آبادی — دیریندر پرشاد سکسینہ بدایونی — غالب کا ایک شاگرد۔ ۸ر اگست ۶۶ء

۱۲۰۔ غالب سے منسوب ایک شعر کے بارے میں (مراسلہ از امتیاز علی خاں عرشی) — یکم راگست کے شمارے میں جس شعر کو غالب کا بتایا گیا ہے وہ امیر مینائی کا ہے۔ ۲۲ر اگست ۶۶ء

۱۲۱۔ شاگرد غالب — شیخ عبد الصمد کلیم (مراسلہ از سید فضل المتین) ۲۲ر اگست ۶۶

۱۲۲۔ چھیڑ غالب سے چلی جائے (تبصرہ از خلیل الرحمٰن اعظمی) مرتبہ اکبر علی خاں — یکم ستمبر ۶۶ء

۱۲۳۔ غالب کو مصور کرنے والے کارٹونسٹ وہاب حیدر کا انتقال۔ بمبئی۔ (بحوالہ قومی آواز)۔ ۱۵ر ستمبر ۶۶ء

۱۲۴۔ غالب سے منسوب ایک شعر کے بارے میں (مراسلہ از ایس نجم الحسن انجم ادیب)

چند تصویر بتاں، چند حسینوں کے خطوط
بعد مرنے کے مرے گھر سے یہ ساماں نکلا

یہ شعر غالب کا نہیں ہے۔ ۲۲ر ستمبر ۶۶ء

۱۲۵۔ غالب سے منسوب ایک شعر کے بارے میں (مراسلہ از فرید) ۲۲ر ستمبر ۶۶ء کے مراسلے کی تردید۔ ۸ر نومبر ۶۶ء

۱۲۶۔ غالب سے منسوب ایک شعر کے بارے میں (مراسلہ از ڈاکٹر ابو محمد سحر)۔ ۲۲ر نومبر ۶۶ء

۱۲۷۔ محمود نامہ (مراسلہ از محمد ضمان اللہ ندیم)۔ غالب کے شاگرد محمد حسین محمود کی کتاب پر مزید تحقیق۔ ۲۲ر نومبر ۶۶ء

انجمن ترقی اردو آندھرا پردیش کے دو روزہ اجلاس کا اختتام

حیدرآباد:- نواب میر احمد علی خاں صدر انجمن ترقی اردو آندھرا پردیش نے کہا کہ تلگو کی اہمیت کے ساتھ ساتھ ہم کو اردو کے حقوق کا تحفظ کرنا چاہئے اور ہمیں یقین ہے کہ ہمارے مسائل اور مطالبہ کی تلگو والے تائید وحمایت کریں گے۔ نواب میر احمد علی خاں انجمن ترقی اردو آندھرا پردیش کے پانچویں دو روزہ کنونشن میں اختتامی تقریر کر رہے تھے۔ نواب میر احمد علی نے کہا کہ ریاست کی سب سے بڑی اقلیتی زبان اردو کو دوسری اقلیتی زبانوں کے ساتھ شامل کرنا ٹھیک نہیں ہے۔ لیکن حالیہ اسمبلی کی قرارداد نے جو سرکاری زبان کے بارے میں ہے اردو والوں میں تشویش پیدا کردی ہے اور اردو والوں میں حکومت کے رویہ پر شک وشبہ پیدا ہوگیا ہے اور سرکاری سطح پر حکومت کا عملہ اردو کے قانونی موقف کو عملی جامہ پہنانے میں کوتاہی سے کام لے رہا ہے۔ انھوں نے امید ظاہر کی کہ حکومت اس پر نظر ثانی کرے گی اور اردو والوں کو جو قانونی مراعات دی ہیں اس پر عمل کرائے گی۔ اس خصوص میں ہماری ریاست میں اردو والے تلگو اور دوسری زبانیں بولنے والوں کے ساتھ مل کر تحفظی مہم شروع کردیں تاکہ حکومت کے آگے بہتر طریقے پر اس کی صورت گری کی کوشش کی جائے۔ ریاست میں تین کروڑ تلگو بولنے والے ہیں ان میں سے ڈیڑھ کروڑ یا پانچ تلگو والے اور اس طرح لاکھوں کی تعداد میں اردو بولنے والے اور سمجھنے والے ہیں ہم پر تحفظی مہم کی بحالی ذمہ داری ہے ہوتی ہے ہم انتہائی نظم وضبط کے ساتھ اس کی تکمیل کی ذمہ داری قبول کریں گے اردو بولنے کو تحفظی مہم کو کامیاب بنانا ہوگا۔

انجمن ترقی اردو آندھرا پردیش کے پانچویں سالانہ کنونشن کی قرارداد میں

انجمن ترقی اردو آندھرا پردیش کے کارکنوں اور ہمدردوں کا یہ جلسہ پھر ایک بار ریاستی حکومت سے مطالبہ کرتا ہے کہ وہ اردو بولنے والوں کے حسب ذیل مطالبات کو تسلیم کرکے اس تشویش کو دور کرے جو ان میں اپنی زبان کے مستقبل کے تعلق سے پیدا ہوگئی ہے۔

۱۔ اس حقیقت کو تسلیم کرتے ہوئے کہ آندھرا پردیش میں بسنے والوں کی ایک بھاری تعداد اردو بولتی ہے اور وہ آبادی کے ایک قابل لحاظ حصے کی مادری زبان ہے اردو کو قانونی طور پر دوسری علاقائی زبان قرار دیا جائے۔ ۲۔ تمام دیہات قصبات اور شہروں میں جہاں آبادی کا کم از کم دس فیصد حصہ اردو بولتا ہے حسب ذیل سہولتیں فراہم کی جائیں۔

(الف) اہم قاعدے ضابطے اور اعلامئے بشمول فہرست رائے دہندگان، برقی اور آبرسانی کے بل، راشن کارڈ وغیرہ اردو میں بھی جاری کئے جائیں۔ (ب) وکلاء کو عدالتوں میں اردو کے استعمال کی اجازت ہو اور عرضی دعوے، درخواستیں اور حلف نامے وغیرہ اردو میں بھی قبول کئے جائیں اگر کوئی فریق فیصلے اور احکام کے اردو ترجموں کا مطالبہ کریں تو انھیں مہیا کئے جائیں۔ (ج) ضلع پریشدوں، پنچایت سمیتیوں، بلدیات اور دوسرے پبلک باڈیز کے اعلانات اور روئداد کا ریکارڈ اردو میں بھی رکھا جائے۔ (د) تعلقہ اور ضلع کے دفتروں میں اردو بولنے والے اہل معاملہ کے لئے پوری پوری سہولتیں بہم پہونچائی جائیں۔ (ہ) تمام سرکاری عمارتوں کے سائن بورڈ پر اردو میں بھی ان کے نام لکھے جائیں۔ تحتانی اور ثانوی مدارس میں اردو کی متوازی جماعتوں کے قیام کا لازمی طور پر انتظام کیا جائے۔ ۳۔ مختلف سرکاری ملازمتوں میں تقرر کے اغراض کے لئے اردو کا بھی استعمال کیا جائے ۴۔ مقننہ میں پیش ہونے والے مسودہ قانون، منظور کردہ قوانین اور گورنر کے آرڈیننس کے لئے اردو بھی استعمال کی جائے۔ ریاستی سرکار کی طرف سے جاری ہونے والے تمام احکام، قوانین، ضابطے اور ذیلی قوانین وغیرہ اردو میں بھی ہوں۔

تعلیم سے متعلق۔

۱۔ اردو کی متوازی جماعتوں کے قیام کے لئے جگہ مہیا کرنے اور غیر متوالی اخراجات کی پابجائی اور عطیات کی شرط فوراً برخاست کی جائے۔ محکمہ تعلیم نے اپنے مراسلہ نمبر ۹۹/۷۲-۱۰۷۸-۵ No. C. R مورخہ ۶ر فروری ۱۹۷۰ء/۶ کے ذریعہ جو وضاحت کی ہے وہ سراسر غیر تشفی بخش ہے اگر لوکل باڈیز غیر متوالی اخراجات برداشت کرنے کے

موقف میں نہیں ہیں تو حکومت کا فرض ہے کہ لازمی اور مفت تعلیم کی معلنہ پالیسی کے پیش نظر لسانی اقلیت تعلیمی ضرورتوں کی ذمہ داری خود قبول کرے۔ یہ اجتماع حکومت سے مطالبہ کرتا ہے کہ ناظم تعلیمات کے تحت ایک اسپشل آفیسر کے تقرر کا انتظام کیا جائے۔ جلسہ حکومت سے مطالبہ کرتا ہے کہ ڈپٹی انسپکٹر آف اسکولس اردو میڈیم کی تعداد میں اضافہ کرے۔ یہ جلسہ حکومت سے مطالبہ کرتا ہے کہ حیدرآباد کے علاوہ ان اضلاع کے مستقروں کے ٹرینگ اسکولوں میں اردو اساتذہ کی ٹرینگ کا متوازی انتظام کیا جائے جہاں اردو ذریعہ تعلیم کے مدارس موجود ہیں۔ (د) نصابی کتب کے معیار اور ان کی فراہمی کے مسائل کے پیش نظر یہ جلسہ مطالبہ کرتا ہے کہ اردو کی تمام نصابی کتابوں کو قومیا یا جائے اور محکمہ تعلیم معیاری نقشوں کی تیاری اور فراہمی کا بھی انتظام کرے۔ (ز) اردو ذریعہ تعلیم کے تحتانی مدارس کے طلبہ پر چوتھی جماعت سے سرکاری زبان تلگو کی تعلیم لازمی قرار دی جائے اور اس مقصد کے لئے تلگو ٹرینڈ اساتذہ کا تقرر کیا جائے۔ اسی طرح اردو مادری زبان والے ان طلبہ کے لئے جو تلگو ذریعہ تعلیم کے مدارس میں زیر تعلیم ہیں اور جن کی تعداد کم از کم دس ہو۔ اردو کی تعلیم لازمی قرار دی جائے۔ اور اس مقصد کے لئے اردو ٹرینڈ اساتذہ کا تقرر عمل میں لایا جائے۔

سہ لسانی فارمولہ سے متعلق۔

آندھرا پردیش لیجسلیٹو اسمبلی نے گذشتہ فروری میں سہ لسانی فارمولے کے تعلق سے جو قرارداد منظور کی ہے اس پر انجمن ترقی اردو کے کارکنوں کا یہ اجتماع اپنی بے اطمینانی اور تشویش کا اظہار کرتا ہے اردو بولنے والوں پر اس فارمولے کے اطلاق کا نتیجہ یہ ہوگا کہ وہ آندھرا پردیش کی سرکاری زبان تلگو ہی سے محروم رہ جائیں گے اور اس طرح یہاں کی سماجی زندگی سے ہم آہنگ نہیں ہوسکیں گے۔ اس لئے یہ اجتماع حکومت سے مطالبہ کرتا ہے کہ وہ اردو بولنے والوں کی حد تک سہ لسانی فارمولہ میں ایسی ترمیم کرے کہ ایک طرف تو وہ اپنی مادری زبان اردو اور ریاست کی سرکاری زبان تلگو میں اچھی عبارت پیدا کرسکیں اور دوسری طرف ان پر چار زبانیں سیکھنے کا بوجھ بھی نہ پڑے۔ اس کی صورت یہ ہے کہ اردو بولنے والے بچوں کو تعلیم تو ان کی مادری زبان کے ذریعہ دی جائے لیکن تلگو دوسری لازمی زبان کی حیثیت سے سکھائی جائے اور جہاں تک تیسری زبان کا تعلق ہے انھیں اختیار دیا جائے کہ وہ ہندی اور انگریزی ان دو زبانوں میں سے کسی ایک کا انتخاب کرلیں۔ اس اجتماع کی رائے میں حسب ذیل طریقہ اس غرض کے لئے موزوں ہوگا۔

پہلی سے چوتھی جماعت تک　　صرف اردو
پانچویں سے ساتویں جماعت تک　اردو اور تلگو
آٹھویں سے دسویں جماعت تک　اردو تلگو اور ہندی یا انگریزی۔

جونیر کالجوں سے متعلق

نئے تعلیمی سال سے جونیر کالجوں کے قیام کا فیصلہ کیا گیا ہے۔ ان کالجوں کا ذریعہ تعلیم تلگو ہوگا۔ چند کالجوں میں حسب سابق انگریزی تعلیم بھی جاری رہے گی لیکن حیرت کی بات ہے کہ اردو کے تعلق سے حکومت نے ابھی تک کوئی اعلان نہیں کیا ہے جس کی وجہ سے اردو والوں میں تشویش پھیلی ہوئی ہے۔ سنا جارہا ہے کہ حکومت اردو ذریعہ تعلیم کے جونیر کالج نہیں کھولے گی بلکہ خانگی ذرائع سے اگر اردو ذریعہ تعلیم کے کالج قائم کئے جائیں تو ان کے لئے حسب قواعد گرانٹ منظور کرے گی۔ آندھرا پردیش میں اردو بولنے والوں کی تعداد دوسری لسانی اقلیتوں کے مقابلے میں بہت زیادہ ہے اس لئے اردو والوں کی تعلیم کے مسئلے کو دوسری لسانی اقلیتوں کی تعلیم کے مسائل سے ملا دینا صحیح نہیں ہے۔ حکومت کے لئے یہ نامناسب ہے کہ اس طرح اپنی ذمہ داری سے بچنے کی کوشش کرے۔ اس لئے انجمن ترقی اردو کا یہ جلسہ حکومت سے مطالبہ کرتا ہے کہ وہ ہر اس مقام پر اردو ذریعہ تعلیم کے جونیر کالج کھولنے کا انتظام کرے۔ جہاں اردو بولنے والوں کی قابل لحاظ تعداد موجود ہے اور جہاں تعداد کم ہو وہاں تلگو کے ساتھ متوازی جماعتیں قائم کی جائیں۔

اردو بولنے والوں سے اپیل۔

لسانی بنیاد پر ملک کی تنظیم جدید کے بعد ہی سے یہ بات کھل کر سامنے آگئی تھی کہ آئندہ ہندوستان کی مختلف ریاستوں میں وہاں کی علاقائی زبانوں ہی کو ریاستی نظم و نسق کی ہر سطح پر استعمال کیا جائے گا۔ اس کا یہ نتیجہ ہے کہ ہماری ریاست آندھرا پردیش کے نظم و نسق میں بھی تلگو کا استعمال روز بروز بڑھتا جارہا ہے۔ اس لسانی تبدیلی سے ہم آہنگ ہونے کے لئے اب اردو والوں کو بھی بلا تاخیر تیار ہو جانا چاہئے۔ اگر ہم تلگو سے مزید غفلت برتیں گے تو ہم پر نہ صرف سرکاری ملازمت کے دروازے بند ہو جائیں گے بلکہ ہم پردیش کی سماجی، سیاسی، تہذیبی اور کاروباری زندگی سے بھی کٹ جائیں گے۔ اس لئے انجمن ترقی اردو کے کارکنوں اور ہمدردوں کا یہ اجتماع تمام اردو بولنے والوں سے اپیل کرتا ہے کہ وہ اپنے بچوں کو سب سے پہلے تلگو سکھانے کی کوشش کریں اور اس زبان میں اتنی استعداد بہم پہنچائیں کہ وہ زندگی کی دوڑ میں پیچھے نہ رہ جائیں۔ تیسری زبان کے لئے وہ ہندی اور انگریزی میں سے کسی ایک کا انتخاب کرسکتے ہیں۔

بخوشی انجمن ترقی اردو آندھرا پردیش کو مجاز گردانتا ہے کہ اردو کے مطالبات کے تعلق سے دستخطی مہم کا فوراً آغاز کرے۔ اور یہ مہم قطعیت اگلے اجلاس تک مکمل ہوجانی چاہئے تاکہ اجلاس کے موقع پر یہ محضر پیش کیا جاسکے۔

مرکزی وزیر تعلیم اور پارلیمانی وفد کے ارکان سے انجمن ترقی اردو آندھرا کے وفد کی ملاقات

حیدرآباد: انجمن ترقی اردو آندھرا پردیش کے ایک وفد نے جو جناب حبیب الرحمٰن معتمد انجمن، جناب عابد علی خاں ایڈیٹر سیاست، ڈاکٹر راج بہادر گوڑ اور جناب سری نواس لاہوٹی پر مشتمل تھا جوبلی ہال باغ عامہ میں مرکزی وزیر تعلیم جناب ڈاکٹر پرتاپ چندر اور پارلیمانی کمیشن کے ارکان سے ملاقات کی اور انجمن ترقی اردو کی طرف سے ایک میمورنڈم بھی پیش کیا۔ میمورنڈم میں سہ لسانی فارمولہ سے آندھرا پردیش کے اردو والوں پر مرتب ہونے والے اثرات کی وضاحت کی گئی ہے اور یہ تجویز رکھی گئی ہے کہ اردو مادری زبان والے طلبہ کے لئے تلگو لازمی قرار دی جائے اور طلبہ کو اختیار حاصل رہے کہ وہ انگریزی اور ہندی سے کسی ایک زبان کو سیکھیں۔ تجویز کا مقصد اردو مادری زبان والے طلبہ کو چار زبانوں کے بوجھ سے بچانا ہے اور اس کا مقصد یہ بھی ہے کہ اردو طلبہ تلگو زبان سے ناواقف نہ رہیں۔ معلوم ہوا ہے کہ کمیشن نے انجمن ترقی اردو کی تجویز کو غور سے سنا اور کمیشن کے بعض ارکان نے اسے معقول بھی قرار دیا۔ (سری نواس لاہوٹی)

جنوبی منطقہ کی ریاستوں میں سہ لسانی فارمولے کی عمل آوری مشکل

حیدرآباد: معلوم ہوا ہے کہ مرکزی تعلیم مشاورتی بورڈ کی مجلس قائمہ نے جس کے اجلاس حیدرآباد میں منعقد ہورہے تھے مرکزی حکومت کو یہ مشورہ دینے کا فیصلہ کیا ہے کہ سہ لسانی فارمولے پر جب تک ٹھیک طریقے سے ہندی ریاستوں میں عمل نہیں کیا جاتا اس وقت تک جنوبی ہند کی غیر ہندی ریاستوں سے اس فارمولے کی پابندی کی توقع نہیں رکھی جاسکتی۔ (نامہ نگار)

یوپی کانگریس کا اردو والوں سے وعدہ

لکھنؤ: یوپی کے سابق وزیر اعلیٰ جناب سی بی گپتا نے یوپی کے ریاستی انتخاب کے لئے جس الیکشن مینی فسٹو کا اعلان کیا ہے اس میں اقلیتوں سے وعدہ کیا گیا ہے کہ ان کی مشکلات کا جائزہ لینے کے لئے ایک تحقیقاتی کمیشن قائم کیا جائے گا۔ منشور میں یہ وعدہ بھی کیا گیا ہے کہ کانگریس سہ لسانی فارمولے کے تحت اردو کی تعلیم کا اہتمام کرے گی۔ (الجمعیۃ)

مختلف ممالک میں یونیسکو کے تحت جشن غالب منایا جائے گا

نئی دہلی: نئی دہلی میں شروع ہونے والی مرزا غالب صد سالہ تقریبات میں بہت سے ممالک شرکت کریں گے جن میں روس، امریکہ، برطانیہ، افغانستان اور ایران بھی شامل ہیں۔ اقوام متحدہ کے تعلیمی، سائنسی اور ثقافتی ادارے یونیسکو کے تحت بھی مرزا غالب صد سالہ تقریبات منائی جائیں گی جن میں دنیا کے بہت سے ملک شرکت کریں گے اور اپنے اپنے ملکوں میں بھی مرزا غالب صد سالہ تقریبات منائیں گے۔ ہندوستان میں مرزا غالب صد سالہ تقریبات سب سے زیادہ جوش و خروش کے ساتھ منائی جائیں گی۔ روس اور ایران وغیرہ ملکوں میں مرزا غالب کے اردو اور فارسی دیوان اور ان کے تراجم شائع کئے جائیں گے۔ مرکزی وزیر

ہوائے صنعتی ترقی جناب فخرالدین علی احمد جو غالب صدسالہ تقریبات کمیٹی کے جنرل سکریٹری بھی ہیں انھوں نے اس بات کا اعلان کیا۔ پاکستان کے دو ممتاز دانشوروں نے بھی اپنے مقالات روس میں مرزا غالب پر مرتب کی جانے والی کتاب کے لئے لکھ کر بھیجے ہیں جن میں ایک مقالہ فیض احمد فیض کا ہے لیکن شاید پاکستان نے غالب پر پاکستانی تحریروں کو علیحدہ سے کتابی شکل میں اشاعت کی درخواست کی ہے۔ ماہ مئی میں روس میں خاص طور پر تاشقند میں مرزا غالب صدسالہ تقریبات منائی جائیں گی۔ جناب فخرالدین علی احمد اس دوران تاشقند میں رہیں گے۔ اور ان روسی تقریبات کا افتتاح کریں گے۔ جناب فخرالدین علی احمد نے غالب صدسالہ تقریبات کمیٹی کو مطلع کیا ہے کہ دہلی میں مرزا غالب کے شایان شان یادگار قائم کرنے کے لئے حکومت ہند نے ۲۰ لاکھ روپے کی رقم مخصوص کر دی ہے جہاں مرزا نے ایک عظیم شاعر کی حیثیت سے اپنی شخصیت بنائی اور فکر کے چراغ روشن کئے۔ کمیٹی سے یہ بھی انھوں نے وعدہ کیا کہ بہت سے رفاہ عام کے اداروں اور فاؤنڈیشنوں کی جانب سے بھی کمیٹی کو گرانقدر عطیات پیش کئے جائیں گے۔ بہت سی ریاستی حکومتیں جن میں تامل ناڈ اور میسور بھی شامل ہیں۔ ان تقریبات کے لئے ۱۰ ہزار روپے کی رقم مخصوص کی ہے۔ مرکزی وزارت مواصلات غالب صدسالہ یادگاری ٹکٹ جاری کرے گی جس کا ۱۷ فروری کو نائب وزیر اعظم ہندوستان جناب مرار جی ڈیسائی افتتاح کریں گے۔ وزارت اطلاعات و نشریات نے ریڈیو ٹیلی ویژن اور فلموں کے ذریعہ مرزا غالب تقریبات کے سلسلے میں ایک بھرپور پروگرام اس موقع کے لئے تیار کیا ہے۔ وزارت مواصلات نشریات اور اطلاعات اس موقع پر مرزا غالب پر کتابیں اور مقالات بھی شائع کرے گی۔ اور دنیا کی اہم اور بڑی زبانوں میں مرزا غالب کا ان کی شخصیت اور فن پر تراجم اور کتابیں بھی شائع کرے گی۔ دہلی میں ۱۶ فروری کو صدر جمہوریہ مرزا غالب صدسالہ تقریبات کا افتتاح کریں گے۔ اس کے دوسرے دن ایک مشاعرہ سمینار اور غالب کے زمانے کی تصویری نمائش بھی ہوگی۔ اس سمینار میں بہت سے امریکا، روس، برطانیہ ایران اور افغانستان کے ماہرین غالبیات کے وفود شرکت کریں گے۔ مختلف ہندوستانی زبانوں ممتاز دانشوروں کو بھی مرزا غالب ادبی سمینار میں مدعو کیا جائے گا جن میں ڈاکٹر سونیتی کمار چٹرجی، جناب نہار رنجن رائے، جناب شنکر کرپ، جناب اما شنکر جوشی، جناب ملک راج آنند اور جناب ہزاری پرشاد دویدی بھی شامل ہیں۔ (قومی آواز)

اسکول آف اورینٹل اسٹڈیز لندن میں غالب صدی پروگرام

لندن: انیسویں صدی کے صاحب طرز اردو فارسی شاعر و نثر نگار مرزا اسداللہ خاں غالب کی صدسالہ برسی اسکول آف اورینٹل اسٹڈیز لندن میں منائی جائے گی۔ اس سلسلہ میں دو تقریبات منعقد ہوں گی جن میں غالب پر سمپوزیم ہوگا اور غالب کی حیات و شاعری کے مختلف گوشوں پر مقالے پڑھے جائیں گے سمپوزیم میں ڈاکٹر ٹی۔ جی۔ پی اسپیر "غالب کی دہلی" پر ایک مقالہ پڑھیں گے۔ ڈاکٹر اسپیر کیمبرج یونیورسٹی میں ہسٹری کے استاد ہیں اور مغل عہد کی تاریخ پر کئی اہم کتابیں پیش کر چکے ہیں سمپوزیم میں دوسرا مقالہ ڈاکٹر پی ہارڈی کا ہوگا موصوف لندن یونیورسٹی میں اسلامی تاریخ کے استاد ہیں۔ تیسرا مقالہ پروفیسر الگزنڈر بادسانی غالب کی فارسی شاعری پر پڑھیں گے موصوف ہیلز یونی ورسٹی میں فارسی کے پروفیسر ہیں۔ سمپوزیم میں چوتھا مقالہ جناب رالف رسل کا ہوگا موصوف لندن یونی ورسٹی میں اردو کے استاد ہیں اور حال ہی میں انھوں نے اردو شعر و ادب پر اہم کتابیں تصنیف کی ہیں۔ اس کے علاوہ دو دوسرے ممتاز اہل علم جو اردو شعر و ادب سے دلچسپی رکھتے ہیں سمپوزیم میں مدعو کئے جا رہے ہیں۔ ۲۰ فروری کو ایک عام جلسہ ہوگا جس میں پروفیسر رالف رسل غالب کی تصویر اور اس کی غزلیں پیش کریں گے۔ سمپوزیم میں جو مقالے پڑھے جائیں گے انھیں کتابی شکل میں شائع کرنے کا بھی پروگرام ہے۔ (نامہ نگار)

بنارس ہندو یونی ورسٹی میں یادگار غالب کمیٹی کا قیام

بنارس: اردو کے عظیم شاعر مرزا غالب کی صد سالہ برسی منانے کے لئے بنارس ہندو یونی ورسٹی میں حسب ذیل ممبران پر مشتمل ایک کمیٹی بنائی گئی ہے جو غالب کی برسی کے سلسلے میں ہونے والی تقریبات کا بندوبست کرے گی۔ سرپرست۔ ڈاکٹر امرچند جوشی وائس چانسلر اور ڈاکٹر ہزاری پرساد دویدی ریکٹر صدر۔ ڈاکٹر دیوراج ڈین فیکلٹی آف آرٹس۔ جنرل سکریٹری ڈاکٹر حکم چند نیر شعبۂ اردو۔ ممبران۔ ڈاکٹر بدرالحسن عابدی و سید سلیمان عباس شعبہ عربی و فارسی۔ ڈاکٹر امرت لال عشرت، ڈاکٹر محمود الحسن، ڈاکٹر احمد حسن، شعبۂ اردو۔ ڈاکٹر شمبھو پرساد شکلا ڈاکٹر جمیلہ قریشی، شعبۂ ہندی۔ ڈاکٹر جی۔ ڈی۔ بھٹناگر، ڈاکٹر ودیا پرکاش، شری ٹی۔ این۔ رائے، شعبۂ تاریخ، ڈاکٹر ایم۔ ایس، ایل۔ سکسینہ۔ شری آر کے۔ رائے، شری ڈی۔ ایم لیٹن جی، شعبۂ نفسیات، ڈاکٹر امیش پرساد، شری جے۔ پی باجپئی شعبہ اکنامکس۔ ڈاکٹر عبدالظاہر شعبہ کامرس، شری ایم۔ آر کول۔ یونی ورسٹی انجینیر۔ ڈاکٹر اے۔ ایس رتوری، ڈین آف اسٹوڈنٹس۔ ڈاکٹر کرشن بہادر شعبۂ قانون۔ ڈاکٹر لیلے شعبۂ مراٹھی۔ شری فخرالدین شعبۂ انجینیرنگ۔ (از امر امراؤ)

اجین میں جشن غالب صدی کی تیاریاں

اجین: جناب عطا صدیقی گوالیاری کے دولت کدہ

پا کالی روڈ پر بزم ادب، بزم اہل ادب اور انجمن ترقی اردو شاخ اوجین کے اراکین اور عہدیداران کی ملی جلی نشست زیر صدارت جناب گویا قریشی ایڈوکیٹ منعقد ہوئی۔ یہ اتفاق رائے طے کیا گیا کہ اگلے ماہ فروری ۶۹ء کے تیسرے ہفتے میں جشن غالب صدی منایا جائے جس میں سمپوزیم مقالہ خوانی، کلام غالب بہمراہ موسیقی اور کل ہند مشاعرہ کیا جائے۔ مقالات اور انتخاب مشاعرہ کے طباعت کے متعلق طے کیا گیا۔ اخراجات کا تخمینہ قریب چار ہزار روپیہ ہوگا جس کی فراہمی کے لئے "مرزا غالب فلم" کا چیریٹی شو، غالب کلینڈر (جس میں غالب کی تصویر، منتخب اشعار اور تاریخ ہوگی) چھپوا کر فروخت کیا جائے اور خوش ذوق اور دلچسپی رکھنے والے حضرات سے چندہ اور عطیے کی درخواست کی جائے۔ جشن غالب کے پروگرام کے سلسلے میں وکرم یونی ورسٹی، انجمن مادھو کالج اور تمام ادبی اداروں کے نمائندہ اراکین کی ایک کمیٹی نامزد کی جائے اور ان سب کے تعاون سے غالب کے شایان شان پروگرام منعقد کیا جائے۔ جناب عطا صدیقی کی ان تجاویز پر حاضرین نے بعد غور و خوض منظوری دی۔ کمیٹی کی تشکیل اور فنڈ کی فراہمی کی کارروائی جلد از جلد شروع کی جا رہی ہے۔ سلطان احمد صدیقی نے غالب اکیڈمی دہلی کا مرسلہ لٹریچر حاضرین کو دکھلا کر مختصر الفاظ میں جناب حکیم عبدالحمید صاحب صدر غالب اکیڈمی ہمدرد نگر دہلی کے پروگرام سے روشناس کرایا اور براہ راست اپنا عطیہ بھجوانے کی درخواست کی۔ جنرل سکریٹری انجمن ترقی اردو شاخ اوجین نے انجمن ترقی اردو ہند کی جانب سے "اردو گھر" کی تعمیر میں تعاون کے لئے سب اردو دوستوں کو توجہ دلائی اور جلد از جلد اپنا عطیہ بھیجنے کی فرمائش کی۔ اس کے بعد مشاعرہ ہوا۔

(سلطان احمد صدیقی جنرل سکریٹری)

شعبۂ اردو جموں یونی ورسٹی میں پروفیسر احتشام حسین کے توسیعی خطبات

جموں:- پروفیسر سید احتشام حسین شعبۂ اردو جموں و کشمیر یونیورسٹی جموں میں تشریف لائے اور دو توسیعی خطبات دئے۔ پہلے خطبے کا موضوع تھا "ادب اور سماج"۔ موصوف نے خطبہ کی ابتدا لسانیاتی انداز میں کی۔ آپ نے پہلے یہ مفروضہ پیش کیا کہ خیال کا اظہار زبان کے پیکر میں ہوتا ہے۔ چونکہ زبان کا بہترین استعمال ادب میں ہوتا ہے اس لئے خیالات کے اظہار کے لئے ادب سب سے زیادہ ممد و معاون ہے۔ تہذیب کا ارتقا خیالات ہی کا ارتقا ہے۔ اس طرح ادب اور سماج کا لاینفک تعلق ثابت ہو جاتا ہے۔ قدیم ادب کو زندگی کا نمائندہ نہ سمجھا جاتا تھا لیکن اس سے بھی ہم عصر معاشرت کی پوری تاریخ مرتب کی جا سکتی ہے۔

اس جلسے کی صدارت صدر شعبہ ڈاکٹر گیان چند جین نے کی۔ دوسرے خطبے کا موضوع تھا "نئی شاعری"۔ اس کی صدارت سید مرتضیٰ فضل علی چیف جسٹس جموں و کشمیر ہائی کورٹ نے کی۔ احتشام صاحب نے فلسفیانہ حیثیت سے نئی شاعری کے نظریات کا جائزہ لیا۔ انھوں نے نئی شاعری کے عدم ابلاغ پر بھی اظہار خیال کیا اور نئی نظموں کے چند بند ان کے موضوعات پر پڑھے۔ تقریر کے خاتمے پر سامعین نے کچھ سوالات کئے جن کا مقرر نے تشفی بخش جواب دیا۔ (نامہ نگار)

حلقۂ ادب رانچی کے زیر اہتمام پرویز شاہدی نمبر کی تقریب اجرا

رانچی۔ حلقۂ ادب رانچی کے زیر اہتمام پرویز شاہدی نمبر (مریخ پٹنہ) کی تقریب اجرا مورخہ ۵ جنوری ۱۹۶۹ء کو ساڑھے چھ بجے شام میں پبلک اردو لائبریری کی تاریخی عمارت میں پورے اہتمام اور جوش و خروش کے ساتھ منائی گئی۔ اس شاندار تقریب کی صدارت پروفیسر ذکی الحق صاحب صدر شعبۂ اردو بی این کالج پٹنہ نے فرمائی۔

ابتدا میں جناب ابو ذر عثمانی نے پرویز شاہدی مرحوم کے شاعرانہ اوصاف پر مختصراً روشنی ڈالی اور ادارہ مریخ کو پرویز نمبر کی اشاعت پر مبارکباد پیش کی۔ اس کے بعد پرویز نمبر سے چند تخلیقات پڑھ کر سنائی گئیں۔

(منظر مسعود ایم۔ اے سکریٹری)

گوالیار میں قومی ایکتا پر مشاعرہ

گوالیار قومی ایکتا اور یکجہتی کے اہم تقاضے کے پیش نظر یہاں مقامی تھیوسافکل سوسائٹی کی جانب سے ایک مشاعرہ کا انعقاد کیا گیا جس میں شہر کے ہر مکتبۂ خیال اور مختلف انداز فکر کے ادیبوں اور شاعروں نے شرکت کی اور مختلف نظریوں اور زاویوں سے اتحاد قومی کے موضوع پر نظمیں سنائی گئیں۔ اس سمپوزیم کی صدارت کے فرائض انجمن ترقی اردو گوالیار کے صدر پنڈت دشونا تھ کول نے انجام دئے۔ (رؤف جاوید، گوالیار)

"ہماری زبان"

کو مضامین و مراسلات ارسال کرتے وقت یہ ملحوظ رہے کہ وہ کاغذ کے ایک طرف لکھے ہوں۔ (ادارہ)

مالک انجمن ترقی اردو ہند علی گڑھ پرنٹر و پبلشر سید ضیاء الدین نے لیتھو کلر پرنٹرس علی گڑھ میں چھپایا اور دفتر مرکزی انجمن ترقی اردو ہند علی گڑھ سے شایع کیا